عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اور

سماع النبی عند القبر

سے متعلق

علاقہ چھچھ (ضلع اٹک) کے ۸۰ سے زائد

علماء جمعیت اشاعۃ التوحید والسنہ

کا

منصفانہ ...... و ...... حق پسندانہ

فیصلہ

جمعیت اہل سنت والجماعت ضلع گجرات کی طرف سے

[illegible] فیصلہ کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے خیر مقدم کرتے ہیں۔

مولانا عبدالحق خان بشیر نقشبندی امیر جمعیت اہل سنت والجماعت ضلع گجرات

چاریار اکیڈمی، مدرسہ حیات النبی، محلہ حیات النبی گجرات
☎ 053-3521644

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفے چند)

مولانا عبدالحق خان بشیر نقشبندی مدظلہم گجرات

مولانا نے ''عقیدہ حیات النبی ﷺ اور سماع النبی ﷺ عند القبر سے متعلق علاقہ چھچھ ضلع اٹک کے اسی سے زائد علماء جمعیۃ اشاعت التوحید والسنۃ کا منصفانہ وحق پسندانہ فیصلہ'' کے نام سے ایک رسالہ ترتیب دیا، جسے ہم اس مجموعہ میں شامل اشاعت کر رہے ہیں۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عالم اسلام کی خوفناک صورت حال
اور علاقہ چھچھ کے علماء کرام کا دانش مندانہ فیصلہ

برادران اہل سنت والجماعت

جماعت دیوبند ایک ایسی فکری ونظریاتی تحریک ہے جس کے جملہ اجماعی افکار وعقائد اہلسنت والجماعت کے متواتر اصولوں کے مطابق ہیں۔ جس نے مذہب اہل سنت والجماعت کے کسی اجماعی عقیدہ اور متواتر اصول سے کبھی انحراف نہیں کیا اور یہی اس جماعت کی حقانیت وصداقت کی پہچان رہی ہے۔ برصغیر پاک وہند کے اندر جتنے بھی فتنے پیدا ہوئے اس جماعت حقہ نے اصول وعقائد اہل سنت کی روشنی میں ہی ان کا مقابلہ کیا اور ان اصول وعقائد کے تحفظ کے لئے ارباب دیوبند نے اپنی زندگیاں کھپا دیں۔

پہلا اختلاف اور اس کے سد باب کی کوشش

۱۹۵۸ء میں عقیدہ حیات النبی ﷺ کے بارہ میں جماعت دیوبند پہلی بار تفریق وانتشار کا شکار ہوئی تو اکابرین دیوبند نے اسے جماعت دیوبند کے لئے انتہائی نقصان دہ محسوس کیا۔ چونکہ یہ اختلاف اکابرین علماء دیوبند پر عدم اعتماد کی وجہ سے پیدا ہوا تھا اور خطرہ تھا کہ اس کی آڑ میں اکابرین علماء دیوبند کی اجماعی تحقیقات کے خلاف عدم اعتماد کی مزید تحریکیں نہ اٹھنی شروع ہو جائیں۔ جس سے جماعت دیوبند کی سیاسی قوت کے کمزور ہونے کا خطرہ پیدا ہو جائے۔ اس لئے ارباب دیوبند نے اس اختلاف کے خاتمہ کے لئے اپنی تمام توانائیاں صرف کر دیں۔ محدث کبیر حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، شیخ الحدیث حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثانی، خطیب اسلام حضرت مولانا احتشام الحق

تھانوی اور شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگان دیوبند نے اس اختلاف کے ابتدائی مراحل میں سرتوڑ کوششیں کیں کہ یہ اختلاف جڑ نہ پکڑنے پائے۔ لیکن بدقسمتی سے وہ اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہوسکے۔

۱۹۶۲ء میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ (مہتمم دارالعلوم دیوبند) پاکستان تشریف لائے اور انہوں نے بھی اس اختلاف کے خاتمہ کی کوشش فرمائی۔ انہوں نے اس کے لئے فریقین کے بزرگوں کو اعتماد میں لے کر ایک تحریر تیار کی۔ جس پر:

شیخ الحدیث حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ امیر جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان، شیخ التفسیر حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نائب امیر جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان اور مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ امیر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان نے دستخط کئے۔ جس پر حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے درج ذیل مضمون تحریر فرمایا:

مسئلہ حیات النبی ﷺ سے متعلق چارسالہ نزاع کا خاتمہ

فخر الاماثل حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

پاکستان میں مسئلہ حیات النبی ﷺ پر حضرات علماء میں آپس میں جو اختلاف پیدا ہوگیا تھا، اس کی عوامی، ہیجانی اور پرشور صورت حال یقیناً تکلیف دہ تھی۔ شکر ہے کہ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کے پچھلے سفر پاکستان کے موقعہ پر اس سلسلہ میں فریقین ایک نقطہ اتحاد پر جمع ہوگئے اور اب امید ہے کہ اس مصالحت کے بعد یہ مسئلہ عوام میں افتراق واختلاف کا باعث نہ بنے گا۔ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے فیصلہ کی جو تحریر قلمبند فرمائی تھی وہ پاکستانی اخبارات میں چھپ چکی تھی مگر مولانا غلام اللہ خان صاحب نے اس تحریر کے بعض تمہیدی حصوں پر اپنے خط میں اظہار خیال کیا۔ حضرت مہتمم صاحب نے آپ کے توجہ دلانے پر اس تحریر کی تمہید میں ضروری اضافہ فرمایا۔ اب گویا مکمل شکل میں یہ تحریر ''دارالعلوم'' کے صفحات پر پیش کی جارہی ہے۔ (ادارہ)

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ امابعد!

برزخ میں انبیاء علیہم السلام کی حیات کا مسئلہ مشہور ومعروف اور جمہور علماء کا اجماعی مسئلہ ہے۔ علماء دیوبند حسب عقیدہ اہل سنت والجماعت برزخ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کے اس تفصیل سے قائل ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کے اجسام کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے جیسا کہ دنیاوی زندگی میں قائم تھا۔ وہ عبادت میں مشغول ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام بھی سنتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ!

علماء دیوبند نے یہ عقیدہ کتاب وسنت سے وراثتاً پایا ہے اور اس بارے میں ان کے سوچنے کا طرز بھی متوارث ہی رہا ہے۔ حتیٰ کہ بریلوی حلقوں نے جب ان پر الزام لگایا کہ وہ برزخ میں حیات انبیاء علیہم السلام کے منکر ہیں اور اس افتراء سے علماء حرمین شریفین کو ان کی طرف سے بدظن بنا کر اور دھوکا دے کر ان کے خلاف فتویٰ بھی حاصل کرلیا گیا۔ لیکن جب علماء حرمین پر اسی دھوکا دہی کی حقیقت کھلی اور انہوں نے اس قسم کے تمام مسائل کے بارے

میں از خود ایک مفصل استفتاء مرتب کر کے علماء دیوبند سے جواب مانگا۔ جس میں حیات انبیاء علیہم السلام کا سوال بھی تھا تو حضرت اقدس مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مفصل جوابی فتویٰ بنام ''المہند علی المفند'' مرتب فرما کر علماء حرمین کے پاس ارسال فرمایا جس میں مسئلہ حیات النبی ﷺ اور حیات انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں علماء دیوبند کا نقطہ نظر غیر مشتبہ اور واضح الفاظ میں تحریر فرمایا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور برزخ میں ان کی یہ حیات حیات دنیوی ہے۔

نیز اسی ذیل میں اس نقطہ نظر کو مزید واضح اور مضبوط کرنے کے لئے انہوں نے بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کے رسالہ ''آب حیات'' کا بھی حوالہ دیا۔ جو اس موضوع پر ایک مستقل اور پر از حقائق ومعارف کتاب ہے۔ جس کا مقصد اس مسئلہ کی ایک مستحکم تائید کے علاوہ یہ بھی تھا کہ علماء دیوبند کا یہ عقیدہ (حیات انبیاء علیہم السلام) انہیں ان کے اسلاف سے بطور توارث کے ملا ہے۔ کوئی انفرادی رائے یا وقتی اور ہنگامی فتویٰ نہیں ہے جو حوادث کے پیش آنے سے اتفاقاً سامنے آ گیا ہو۔ پھر اس مسئلے اور اس کے بارے میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالے کے حوالہ کی تائید میں اس وقت کے تمام اکابر علماء دیوبند کے توثیقی دستخط بھی اس میں ثبت کرائے۔ جس سے یہ واضح کرنا مقصود تھا کہ مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں یہ مذکورہ عقیدہ صرف ان کے سلف ہی کا نہیں بلکہ خلف بھی اس کے قائل ہیں۔ جس طرح سلف قائل تھے اور اس طرح یہ مسئلہ (اثبات حیات انبیاء علیہم السلام) بطرز مذکور سلف سے لے کر خلف تک یکسانی کے ساتھ مسلمہ اور متفق علیہ رہا ہے اور تمام علماء دیوبند کا یہ اجماعی مسلک ہے جس سے کوئی فرد منحرف نہیں ہے۔

البتہ یہ ممکن ہے کہ بعض علماء دیوبند یا متقدمین میں سے بعض حضرات کی عبارتیں اس بارہ میں کچھ مبہم یا موہوم ہوں، سو اگر اس سلسلہ میں ان کی کچھ صاف اور واضح عبارتیں بھی پائی جاتی ہوں تو ان کے مبہمات یا مجملات کو واضح عبارتوں کے تابع کر کے مبہمات کی تفسیر کی جا سکتی ہے۔ لیکن اگر صرف مجملات ہی ہوں جن سے مسئلہ کے دونوں پہلو نکل سکتے ہوں یا واضح ہوں۔ مگر مخالف پہلو صاف اور نمایاں ہو۔ جس میں تاویل کی گنجائش نہ ہو تو پھر اپنے مفہوم کو سامنے رکھ کر مخالف پہلو اختیار کرنے والوں پر ایسی نکیر کی گنجائش نہ ہوگی۔ جو مخالف پہلو کے نا ممکن ہونے کی صورت میں کی جا سکتی تھی۔ کیونکہ اس صورت میں یہ تفصیلاتی یا کیفیاتی اختلاف ایک علمی اور نظری اختلاف ہوگا۔ جسے مسلکی اختلاف سے تعبیر نہیں کیا جا سکے گا۔ جس کے معنی یہ ہوں گے کہ مسئلہ کی تفصیلات میں ایسے اختلاف کی گنجائش ہے جو علماء میں ہر وقت ہو سکتا ہے۔

البتہ عوام سے ایسے اختلاف کا کوئی تعلق نہیں ہوتا، وہ صرف نفس مسئلہ اور اس کے قدر مشترک کے مکلف ٹھہرائے جاتے ہیں جو مسلک کی بنیاد ہوتا ہے۔ اسی لئے مسئلہ حیات النبی ﷺ کے سلسلہ میں زیر نظر مصالحت اور مفاہمت باہمی کی بنیاد تفاصیل مسئلہ کے اختلافی پہلوؤں سے الگ رہ کر نفس مسئلہ کے قدر مشترک پر رکھی گئی جو فریقین کے نزدیک قابل قبول ہوگی۔ جیسا کہ آئندہ مفاہمت کی عبارت کے متن سے واضح ہوگا۔

بحث واتفاق سے وقت کے بعض فضلاء دیوبند نے اس مسئلے کی تفصیلات میں کچھ اسی قسم کا اختلاف فرمایا۔ جس کا مبنی متقدمین کی ایسی ہی عبارتیں یا نصوص کے مدلولات کی اسی قسم کی تعبیرات ہیں۔ جن کے ہوتے ہوئے اختلاف رائے کی گنجائش کلیۃً مسلوب نہیں سمجھی جا سکتی۔ جس کا ظہور تین، چار سال سے ہوا۔ یہ اختلاف رائے مضر نہ ہوتا لیکن سوئے اتفاق سے یہ اختلاف اسٹیج پر آ گیا اور اس میں رد وقدح کی صورتیں پیدا ہونے لگیں، عوام کو بھی اس سے دلچسپی پیدا ہو گئی اور آخر کار اس مسئلہ بحث علماء سے گزر کر عوام میں ان کے رنگ سے پھیل گئی۔ جس سے قدرتاً

اس اختلاف نے نزاع وجدال کی باہمی صورت اختیار کر لی۔ گروہ بندی شروع ہوگئی اور یہ بحث آخر کار ایک جماعتی فتنہ کی صورت میں آگئی۔ جس سے مسئلہ تو ایک طرف رہ گیا اور فساد آگے آگیا اور خود جماعت دیو بند میں تفریق وتفرق اور تخریب کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ جانبین سے رسالے لکھے گئے، اخباری بحثیں چھڑ گئیں۔ جس سے جماعت کی اجتماعی قوت کو سخت نقصان پہنچ گیا۔

یہ صورت حال دیکھ کر اور اخبارات ورسائل سے ان مناقشات کی خبریں معلوم کر کے دل زخمی ہوتا رہا اور جوں جوں یہ فتنہ بڑھتا گیا دوں دوں دل کا غم بھی ترقی کرتا گیا۔ دلی آرزو تھی کہ کسی طرح فتنہ ونزاع وجدال کی یہ صورت ختم ہو جائے۔

حسن اتفاق سے ۲۶ /اپریل ۱۹۶۲ء کو احقر کو پاکستان حاضر ہونے کا اتفاق ہوا اور اسی ماہ میں بزمانہ قیام لاہور جناب مولانا غلام اللہ خان صاحب اور محترم مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری احقر سے ملاقات کے لئے قیام گاہ پر تشریف لائے۔ دوران ملاقات احقر نے اس نزاع وجدال کا شکوہ کرتے ہوئے اس صورت حال کے مضر اثرات کی طرف توجہ دلائی اور عرض کیا کہ یہ صورت بہر نج ختم ہونی چاہئے۔ جب کہ یہ مسئلہ کوئی اساسی مسئلہ نہیں ہے کہ اسے ایک مستقل موضوع کی حیثیت سے اسٹیج پر لایا جائے اور اس کی وجہ سے تفریق وتفرق وتخریب کے ان مضر اثرات کو نظر انداز کیا جاتا رہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ یہ مسئلہ یا تو سٹیج پر آئے ہی نہیں اور اگر اتفاقاً آ جائے تو اس کا عنوان نزاعی نہ رہے۔

اس دونوں بزرگوں نے نہایت مخلصانہ اور درد انگیز لہجہ میں کہا کہ ہم خود بھی اس صورت حال سے دل گرفتہ ہیں اور دلی تنگی محسوس کرتے ہیں۔ کاش آپ (احقر) ہی درمیان میں پڑ کر اس نزاع کو ختم کرا دیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ آپ کے سوا یہ قصہ کسی دوسرے کے بس کا ہے بھی نہیں۔ اس بارہ میں آپ کی اب تک تحریرات نہایت معقول انداز سے سامنے آئی ہیں۔ جن کو دونوں فریقوں نے احترام کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ اب بھی اس بارے میں آپ کی مساعی احترام وقبول کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی۔

احقر کو ان مخلصانہ جملوں سے نزاع کے ختم ہونے کی کافی توقع پیدا ہوگئی اور ارادہ کر لیا کہ فریقین کے ذمہ دار حضرات سے مل کر کوئی مفاہمت کی صورت پیدا کی جائے۔ چنانچہ جواب میں یہی عرض کیا گیا کہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب دام مجدہ شیخ الحدیث مدرسہ خیر المدارس ملتان سے مل کر میں اس سلسلہ میں کوئی رائے قائم کروں گا۔ کراچی پہنچ کر احقر نے اس سلسلہ میں مولانا غلام اللہ خان صاحب سے مراسلت شروع کی تاکہ معاملہ کے ابتدائی مبادی طے ہوسکیں۔ ظاہر ہے کسی دینی مسئلے میں مفاہمت کے معنی خلاف دیانت رائے تبدیل کر دینے یا مسئلے کا کم وبیش کر کے کسی اجتماعی نقطے پر آجانے کے تو ہو ہی نہیں سکتے۔ اس لئے طریق مفاہمت اور فریقین کے لئے نقطۂ اجتماع ذہن میں یہ آیا کہ اوّلاً یہ مسئلہ عوام میں لایا ہی نہ جائے اور اگر بیان مسئلہ کی نوبت آئے تو اس کا قدر مشترک پیش کر کے اس کی تفصیلات اور اختلافی خصوصیات پر زور نہ دیا جائے۔ بلکہ عوام کو ان کی گہری خصوصیات میں پڑنے سے روکا جائے تو کم از کم عوام میں سے یہ نزاعی صورتیں ختم ہو جائیں گی جو مضر ثابت ہو رہی ہیں۔ پھر اگر علماء کی حد تک تفصیلات میں کچھ اختلاف باقی بھی رہ جائے جس کا عوام سے کوئی تعلق نہ ہو تو گروپ بندی کے مضر اثرات ختم ہو جائیں گے۔ جو فتنہ کی اصل بنے ہوئے ہیں۔

اس لئے احقر نے اپنی محدود معلومات کی حد تک اس مسئلہ کے قدر مشترک کا ایک عنوان تجویز کر کے مولانا

ممدوح کو لکھا کہ وہ اس بارہ میں اپنی رائے ظاہر فرمائیں تاکہ دوسرے حضرات کی رائے بھی حاصل کی جاسکے۔ اس عریضہ کا جواب مجھے ملتان پہنچ کر مدرسہ خیر المدارس میں ملا، جس میں مولانا غلام اللہ خان نے احقر کے عنوان کو رد کئے بغیر خود بھی ایک عنوان لکھ کر بھیجا۔ اس موقعہ پر حضرت مولانا خیر محمد صاحب، مولانا محمد علی صاحب جالندھری اور دوسرے معتمد علماء بھی جمع تھے۔ جن کے سامنے احقر نے اپنا منصوبہ اور یہ دونوں عنوان رکھ کر گفتگو کی۔ طے یہ پایا کہ قیام ملتان کی قلیل مدت اس مسئلے کے لئے کافی نہیں ہے اور بعض ضروری افراد بھی یہاں موجود نہیں۔ اس لئے اس مسئلے پر گفتگو جہلم کے قیام میں رکھی جائے اور وہاں ایک مستقل دن اس کام کے لئے فارغ رکھا جائے اور ساتھ ہی احقر نے ملتان ہی سے اپنی تقریروں میں اس منصوبے کے لئے فضا ہموار کرنی شروع کردی۔ ملتان، جہلم، سرگودھا اور راولپنڈی میں خصوصیت کے ساتھ اس بارہ میں اصلاحی عنوانات اختیار کئے گئے۔

احقر نے اس سلسلے میں حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ، حضرت مولانا محمد شفیع صاحب سرگودھوی اور مولانا محمد علی صاحب جالندھری سے جہلم تشریف لے چلنے کے لئے عرض کیا۔ جس کو ان حضرات نے بخوش دلی منظور فرمالیا۔ مقررہ تاریخ پر یہ سب حضرات جہلم میں جمع ہو گئے اور مسئلہ حیات النبی ﷺ کا قدر مشترک زیر غور آیا۔ طے یہ پایا کہ قدر مشترک کم از کم اتنی تفصیل ضرور لئے ہوئے ہونا چاہئے جس سے مسئلہ کے تمام بنیادی گوشوں پر روشنی پڑ سکے اور عوام بطور عقیدہ کے اسے سمجھ سکیں۔ چنانچہ گفتگو کے بعد ایک جامع تعبیر احقر نے قلم بند کی اور ارادہ کیا گیا کہ راولپنڈی میں ان حضرات ممدوحین کی موجودگی میں دوسری جانب کے ذمہ دار حضرات مولانا غلام اللہ خان صاحب، مولانا قاضی نور محمد صاحب، مولانا قاضی شمس الدین صاحب اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری کو جمع کر کے اس منصوبہ اور مجوزہ عنوان پر گفتگو کی جائے اور اس مسئلہ کا آخری طور پر فیصلہ کر دیا جائے۔

چنانچہ ۲۲ رجون ۱۹۶۲ء یوم جمعہ دونوں جانب کے یہ سب بزرگ احقر کی قیام گاہ (مدرسہ حنفیہ عثمانیہ) میں جمع ہو گئے۔ اس مجلس میں احقر نے اس معاملہ کی اوّل سے آخر تک ساری روداد بیان کر کے مسئلہ کا وہ مجمع قدر مشترک دونوں جانب کے ان ذمہ دار حضرات کے سامنے رکھا۔ گفتگو نہایت مخلصانہ اور دوستانہ ماحول میں ہوئی اور ختم مجلس تک الحمدللہ یہی ماحول قائم رہا۔ نہ اس میں ہار، جیت کے جذبات تھے، نہ غلبہ ومغلوبیت کے تصورات تھے بلکہ مسئلہ کو سلجھانے اور نمٹانے کے جذبات نمایاں تھے اور آخری نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں حلقوں نے احقر کی پیش کردہ قدر مشترک کے عنوان کو قبول کر لیا اور اس قدر مشترک کی تحریری یادداشت پر جو احقر نے اپنے دستخط سے پیش کی فریقین نے دستخط فرمادیئے۔ اس یادداشت کا متن بلفظہ حسب ذیل ہے:

''عامۃ المسلمین کو فتنہ نزاع وجدال سے بچانے کے لئے مناسب ہوگا کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ کے سلسلہ میں ہر دو فریق کے ذمہ دار حضرات عبارت ذیل پر دستخط فرمائیں۔ یہ (عنوان) مسئلہ کا قدر مشترک ہوگا، ضرورت پڑنے پر اسی کو عوام کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ تفصیلات پر زور نہ دیا جائے۔ عبارت حسب ذیل ہے:

وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔

احقر محمد طیب وارد حال راولپنڈی ۲۲ رجون ۱۹۶۲ء، (مولانا قاضی) نور محمد خطیب جامع مسجد قلعہ دیدار سنگھ، لاشئی (مولانا) غلام اللہ خان، (مولانا) محمد علی جالندھری''

اس مختصر عبارت کی کافی تفصیل چونکہ قاضی شمس الدین (برادر خورد مولانا قاضی نور محمد صاحب) اپنے مکتوب میں لکھ کر مولانا محمد علی صاحب جالندھری کے پاس بھیج چکے تھے۔ اس لئے یہ عبارت بالا ان کی مسلمہ ہے۔ بنا بریں اس عبارت پر ان کے دستخط کرانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ عبارت بالا کو ان کا مسلمہ سمجھا جائے۔ چونکہ اس موقع پر سید عنایت اللہ شاہ بخاری بوجہ علالت راولپنڈی میں تشریف نہ لا سکے۔ اس لئے احقر کے عرض کرنے پر اور مسودہ پیش کرنے پر حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ صاحب نے ان کے بارے میں حسب ذیل تحریر دستخط کر کے بندہ کو عنایت فرمائی۔ جس کا متن بلفظہ حسب ذیل ہے۔

''ہم (مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب) اس کی پوری کوشش کریں گے کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے بھی اس تحریر (مندرجہ بالا) پر دستخط کرائیں۔ جس پر ہم نے دستخط کئے ہیں۔ اگر ممدوح اس پر دستخط نہ کریں گے تو ہم مسئلہ حیات النبی ﷺ میں اس تحریر کی حد تک ان سے برأت کا اعلان کر دیں گے۔ نیز اپنے جلسوں میں ان سے مسئلہ حیات النبی ﷺ پر تقریر نہ کرائیں گے اور اگر اس مسئلہ میں وہ کوئی مناظرہ وغیرہ کریں گے تو ہم اس بارہ میں ان کو مدد نہ دیں گے۔'' نور محمد خطیب قلعہ دیدار سنگھ، لاشئ غلام اللہ خان (۲۲ رجون ۱۹۶۲ء)

اس تحریر پر ہر دو دستخط کنندہ بزرگوں کی حق پسندی اور حق گوئی ظاہر ہے۔ باوجودیکہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے ان بزرگوں کے قوی ترین تعلقات اور مخلصانہ روابط ہیں۔ مگر اس بارہ میں انہوں نے کسی رورعایت سے کام نہیں لیا۔ جس سے ان کی انصاف پسندی اور دین کے بارے میں بے لوثی نمایاں ہے۔ تاہم سید ممدوح صاحب کے بارہ میں مجھے اپنی معلومات کی حد تک یہ عرض کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی کہ وہ برزخ میں حیات جسمانی کے کلیۃً منکر نہیں ہیں۔ صرف اس کی کیفیت اور نوعیت میں کلام کرتے ہیں۔ ایسے وہ حاضرین قبر شریف کے درود وسلام کے حضور کے سمع مبارک تک پہنچنے اور آپ ﷺ کے سننے کا بھی علی الاطلاق انکار نہیں کرتے بلکہ اس کے دوام اور ہمہ وقتی ہونے کے قائل نہیں۔ ان کا یہ ناتمام انکار چونکہ ان کی مفہومہ جہت سے ہے اس لئے انہیں اس بارے میں منکر نہیں کہا جائے گا بلکہ مؤول سمجھا جائے گا۔

گو ان کی یہ تاویل بمقابلہ جمہور اس ناچیز اور ہر دو دستخط کنندہ بزرگان ممدوحین بالا کے نزدیک قابل تسلیم نہیں۔ لیکن مذکورہ صورت حال کے ہوتے ہوئے جب کہ ان کا یہ اختلاف جہت سے ہے ان پر زبان طعن وملامت کھولنا یا تشنیع کرنا کسی طرح قرین انصاف وصواب نہیں۔ بالخصوص جب کہ وہ دوسرے مسائل میں بحیثیت مجموعی اہل دیوبند اور اہل سنت والجماعت کے حامی اور خادم بھی ہیں۔ اس لئے انہیں ان کے حال پر چھوڑ کر سکوت اختیار کر لیا جانا ہی قرین مصلحت اور جانبین کے لئے مفید ثابت ہوگا۔ ساتھ ہی مجھے اپنے محترم سید صاحب ممدوح سے بھی پوری توقع ہے اور امید رکھنی چاہئے کہ وہ مسئلہ حیات کی ان تفصیلات میں جمہور اہل سنت والجماعت کے مسلک کا احترام قائم رکھنے کے لئے اپنے کسی خصوصی مفہوم کو (خواہ وہ ان کی دانست میں مفہوم اہل سنت والجماعت ہی ہو مگر جمہور علماء کے نزدیک وہ ان کا خصوصی مفہوم شمار کیا جا رہا ہے اور وہ خواہ کتنی ہی دیانت پر مبنی ہو) ضروری الاشاعت نہ سمجھتے ہوئے سکوت کو کلام پر ترجیح دیں گے۔ یہ مسئلہ کوئی ایسا اساسی اور بنیادی عقائد کا نہیں ہے کہ اس میں سکوت روا نہ رکھا جائے۔ اسی طرح عام مسلمانوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ مسائل اور ان میں علماء کے جزوی اختلافات کو مناقشات اور جدال ونزاع کا ذریعہ نہ بنائیں۔

اس قسم کے اختلافات امت کے لئے آسانیوں کا ذریعہ بنائے گئے ہیں نہ کہ نزاعات اور مناقشات کا۔ اس لئے عملاً واعتقاداً جمہور سلف وخلف کا دامن تھام کر دوسری جانبوں سے مصالحت اختیار کریں، لڑنے اور لڑانے کی خو پیدا نہ کریں۔ آج امت کے بہت سے اہم اور بنیادی مسائل ہیں جو ان کی ہیئت اجتماعی کے متقاضی ہیں اور یہ ہیئت جب ہی برقرار رہ سکتی ہے کہ اسے اس قسم کے فروعی اختلافات میں بصورت گروہ بندی ضائع نہ کیا جائے۔

آخر میں دونوں جانب کے بزرگوں اور بالخصوص فریقین کے نامبردہ اکابر کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس ناچیز کی گزارشات کو پوری توجہ اور التفات خاطر اور سمع قبول کے ساتھ سنا اور ملت کو بہت سے مفاسد اور مہالک سے بچا لیا۔ فجزاھم اللہ عنی وعن جمیع المسلمین خیر الجزا!

اس نئی اصلاحی صورت کا سب سے زیادہ شاندار مظاہرہ راولپنڈی کے اس عظیم الشان جلسہ عام میں ہوا۔ جو احقر کی تقریر کے سلسلہ میں مدرسہ حنفیہ عثمانیہ کے زیر اہتمام ایک میدان میں زیر صدارت حضرت مولانا خیر محمد صاحب شیخ الحدیث مدرسہ خیر المدارس ملتان منعقد کیا گیا تھا۔ احقر کو منظوم سپاس نامہ دینے سے جلسہ کا آغاز ہوا اور احقر کی تقریر شروع ہوئی جو تقریباً ڈھائی گھنٹے جاری رہی۔ تقریر کے آخر میں احقر نے عوام کو مخاطب کرتے ہوئے اس نزاع کے ختم ہونے کی بشارت تفصیل سے سنائی جس سے عوام میں خوشی کی ایک بے پناہ لہر دوڑ گئی اور ان ہزاروں انسانوں کے ہجوم نے بے تحاشا تبریک وتہنیت کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ جس سے فضا گونج اٹھی۔ ختم تقریر پر ایک طرف مولانا غلام اللہ خان اور دوسری طرف مولانا محمد علی صاحب جالندھری نے اپنی تقریروں سے اس بیان کی توثیق کی اور نہایت فراخ دلانہ اور مخلصانہ لب ولہجہ سے فرمایا کہ ہم نے مہتمم دارالعلوم کے درمیان میں پڑ جانے سے اس مسئلہ کی نزاعی صورت حال کو ختم کر دیا ہے اور جو چیز ہمیں ناممکن نظر آرہی تھی وہ اس شخصیت (احقر ناکارہ) کے درمیان آجانے سے نہ صرف ممکن ہی بن گئی بلکہ واقع ہو کر سامنے آگئی اور ہم کھلے دل سے اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ اس مہم کو مہتمم دارالعلوم ہی کی شخصیت انجام دے سکتی تھی۔ جس سے ایک طرف دارالعلوم دیوبند جیسے علمی ومذہبی مرکز کی سربراہی کی نسبت موجود ہے جو ہم سب کا مرکز قلوب ہے اور دوسری طرف بانی دارالعلوم حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کی وہ قاسمی نسبت موجود ہے۔ جو پوری قاسمی برادری کو اس پر متحد کئے ہوئے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس کے سوا دوسرے سے یہ مہم انجام نہیں پاسکتی تھی۔

بہرحال ہم نے اس نزاع کو ختم کر دیا ہے اور ہم اس بارہ میں عوام کو مطمئن کرنا چاہتے ہیں۔ ان دو تقریروں کے بعد یہ ہزاروں آدمیوں کا عظیم اجتماع جذبات مسرت سے ابل پڑا! اور اس نے "مہتمم دارالعلوم زندہ باد، دارالعلوم دیوبند زندہ باد اور علماء دیوبند زندہ باد، کے فلک شگاف نعرے لگانے شروع کئے۔ کئی منٹ تک فضاء نعروں سے گونجتی رہی اور مجمع میں جذبات مسرت کی ایک عجیب حرکت تھی۔ جس سے مجمع متموج دریا کی طرح متحرک نظر آرہا تھا اور نعروں میں تقریریں بند ہو گئیں۔ بالآخر جلسہ شاندار کامیابی کے ساتھ ختم ہوا اور جو تحریک احقر کے قلم سے کراچی سے شروع ہوئی تھی وہ ملتان، سرگودھا اور جہلم میں اپنے مختلف مراحل سے گزرتی ہوئی راولپنڈی میں حد اتمام تک پہنچی۔ خدائے بزرگ وبرتر کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ چار سال کی مکدر فضا صاف ہوئی اور اس کے المناک آثار روبہ زوال نظر آنے لگے۔ والحمدللہ اولاً وآخراً حق تعالیٰ اس یگانگت کو پائیدار اور برقرار رکھے اور مسلمانوں کو توفیق عطاء فرمائے کہ وہ دین وملت کے اہم کاموں کو جزئیات فرعیہ کے مقابلے میں اہم سمجھتے ہوئے اپنی جماعتی قوتوں کو ان پر لگائیں۔ (احقر محمد طیب غفرلہ ۶۲ء/۶/۲۴)

یہ مضمون ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ستمبر ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا اور ہم نے اسی سے من وعن نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ مضمون ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی اگست ۱۹۶۲ء اور ہفت روزہ خدام الدین لاہور وغیرہ میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

اصحاب علم وفہم کا خیال تھا کہ اس تحریر پر فریقین کی طرف سے دستخط کر دینے کے بعد یہ اختلاف ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا اور جماعت دیوبند ایک بار پھر متحد ہو کر دشمنان اسلام کے خلاف سرگرم عمل ہو جائے گی۔ لیکن بدقسمتی سے ایسا نہ ہو سکا۔ جن حضرات نے اس تحریر پر دستخط کئے تھے وہ تو تاحیات اس پر قائم رہے۔ البتہ بعض دیگر حضرات نے اس تحریر اور فیصلہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جس کی وجہ سے جماعت دیوبند کی قوت پارہ پارہ ہو کر رہ گئی اور اختلافات کے خاتمہ کی تمام امیدیں دم توڑ گئیں۔

حضرت حکیم الاسلام ؒ کے اس فیصلہ کو تقریباً ۴۴ سال کا طویل عرصہ گزر گیا۔ اس دوران اسلام دشمنی کے بیسیوں طوفان اٹھے جنہوں نے عالم اسلام کی فکری ونظریاتی، وسیاسی واقتصادی اور سماجی وتہذیبی بنیادیں کھوکھلی کر کے رکھ دیں۔ برا عظم ایشیاء کے اندر اسلام دشمنی کی اس خوفناک یلغار کو روکنے کے لئے صرف ایک ہی طاقت تھی جس کا نام جماعت دیوبند ہے۔ لیکن اس جماعت کو اندرونی طور پر اٹھنے والی شورشوں نے انتہائی کمزور کر کے رکھ دیا اور جماعت دیوبند کی جو متحدہ قوت اسلام دشمن قوتوں کے خلاف استعمال ہونی چاہئے تھی وہ اندرونی شورشوں کو دبانے پر صرف ہونے لگی۔

غالباً ۱۹۹۵ء میں برطانوی پارلیمنٹ نے ایک قرارداد پاس کی تھی کہ براعظم ایشیاء کے اندر عیسائیت کی اشاعت اور یورپین ممالک کے سیاسی واقتصادی مفادات کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ جماعت دیوبند ہے جو افغانستان کے اندر طالبان انقلاب کے بعد مزید مضبوط اور مستحکم ہو گئی ہے۔ اگر اس جماعت کی قوت کو آگے بڑھنے اور مستحکم ہونے سے روکا نہ گیا تو مستقبل میں ہمارے تمام مذہبی وسیاسی مفادات براعظم ایشیاء سے ختم ہو کر رہ جائیں گے۔

اس قرارداد سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جماعت دیوبند کی متحدہ قوت سے یورپین طاقتیں کس قدر خائف ہیں۔ موجودہ حالات میں عالمی افق پر تیزی سے بدلتے مناظر نے عالم اسلام کو تقریباً بوکھلا کر رکھ دیا ہے اور اس وقت امریکہ اپنے یورپین اتحادیوں سے مل کر ایک نئی صلیبی جنگ کا آغاز کر چکا ہے۔ اس لئے عالم اسلام کی اہل حق جماعتوں کے اندر فکری وحدت کا پیدا ہونا انتہائی ضروری ہے اور یہ فکری وحدت اسی صورت میں پیدا ہو سکتی ہے کہ اصولی واجماعی افکار ومسائل کو بلا اختلاف تسلیم کر لیا جائے اور فروعی اجتہادی مسائل میں ایک دوسرے کی رائے کا پوری طرح احترام کرتے ہوئے اپنے مؤقف پر عمل کیا جائے۔

ہمیں انتہائی خوشی ہے کہ علاقہ چھچھ (ضلع اٹک) کے اکثر علمائے کرام نے وقت اور حالات کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے اس اختلاف کے خاتمہ کے لئے سنجیدہ اور باوقار کوشش فرمائی ہے۔ جس پر ہماری تقریباً نصف صدی کی علمی وفکری توانائیاں صرف ہو چکی ہیں۔ ان علمائے کرام نے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب ؒ کے اسی فیصلہ پر دستخط فرمائے ہیں جس فیصلہ کے ذریعہ ابتدائی مراحل میں اختلافات کے خاتمہ کی کوشش کی گئی تھی۔ چنانچہ ان علماء کرام کے رہنما اور اس تحریک کے سب سے بڑے محرک شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالسلام صاحب مدظلہ نے اس فیصلہ پر ایک رسالہ تالیف فرمایا ہے جس میں اس کا پس منظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلہ کی تائید

۱۹۶۲ء میں اس مسئلہ کے فریقین نے اس قدر مشترک پر اتفاق فرمایا جس کی تفصیل اس مختصر رسالہ میں نقل کی گئی ہے۔علماء کرام نے طویل مشاورت کے بعد اس نزاع کی طوالت کو ختم کرنے کے لئے اسی کی تائید میں عافیت اور جماعت دیوبند کے اختلاف سے بچنے کی نجات سمجھی۔ بحث وتمحیص میں علماء کرام جانتے ہیں کہ اب کون ہے جو ثالثی کرے؟ اور کون ہے جو کسی معمولی سے مسئلہ کو بھی حل فرمائے؟

ہم زیر دستخطی سمجھتے ہیں کہ حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس مسئلہ میں فیصلہ فرمایا اور جسے اکابر اشاعت التوحید والسنۃ نے بھی قبول فرمایا اس کی تائید وتقلید میں تمام تحقیقات ہم قربان کرتے ہیں۔آج دنیا میں تمام کفار اتحاد کررہے ہیں۔ یہودیت ونصرانیت کا اتحاد ہورہا ہے، عیسائی فرقے کیتھولک، پروٹیسٹنٹ آپس میں صلح کررہے ہیں۔علماء حق سے بھی التجاء ہے کہ وہ اس فیصلہ کو قبول فرمائیں۔

العارض: مولانا عبدالسلام خادم جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو اٹک۔

اور حضرت مولانا عبدالسلام صاحب مدظلہ نے مذکورہ فیصلہ پر دستخط کرنے کے لئے علاقائی علماء کرام کے اجلاس کی کارروائی بایں الفاظ بیان فرمائی ہے۔

کارروائی اجلاس بتاریخ ۱۱ر ربیع الاوّل ۱۴۲۶ھ بمطابق ۲۱/اپریل ۲۰۰۵ء

زیر پرستی: شیخ الحدیث قاری سعید الرحمن، زیر صدارت: شیخ الحدیث مولانا محمد امتیاز صاحب، زیر دستخطی: شرکاء اجلاس علمائے کرام، بعض نے بعد میں دستخط فرمائے۔

فیصلہ ہوا کہ حیات النبی ﷺ کے مسئلہ میں نزاع کا جو فیصلہ ۱۹۶۲ء میں حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے فرمایا اور اس پر شیخ الحدیث والتفسیر مولانا قاری نور محمد صاحب (المتوفی ۱۹۶۲ء)، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ (۱۴۰۰ھ)، شیخ الحدیث والتفسیر قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ (۱۴۱۰ھ)، مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۹۱ھ) نے دستخط فرمائے۔ یہ فیصلہ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ۱۹۶۲ء، ہفت روزہ خدام الدین ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا اور خطبات حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ ج ۷ میں چھپا ہوا ہے۔تمام علمائے کرام نے فیصلہ کیا کہ ہم اس نزاع میں اس فیصلہ کی تائید کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں اور یہی فیصلہ ہماری اشاعت التوحید والسنۃ کا ہے۔ عبدالسلام خادم جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو

شرکاء اجلاس، تائید بابت فیصلہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ

۱۱ر ربیع الاوّل ۱۴۲۶ھ بمطابق ۲۱/اپریل ۲۰۰۵ھ جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو

(۱) شیخ الحدیث مولانا عبدالغنی صاحب دامت فیوضہم (جلالیہ)، (۲) استاذ العلماء، استاذ المکرم حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب عفی عنہ (شاہ ڈھیر)، (۳) شیخ الحدیث مولانا ظہور الحق صاحب مدظلہ العالی (دامان)، (۴) حضرت مولانا قاری سعید الرحمن صاحب مدظلہ (شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ کشمیری روڈ صدر راولپنڈی)، (۵) حضرت مولانا محمد امتیاز خان صاحب مدظلہ (شیخ الحدیث لالہ رخ واہ کینٹ)، (۶) حضرت مولانا رشید احمد

صاحب مدظلہ (شیخ الحدیث مہتمم جامعہ تعلیم الاسلام کامل پور موسیٰ ضلع اٹک)، (۷) استاذ العلماء حضرت مولانا اظہار الحق صاحب مدظلہ (جلالیہ)، (۸) مولانا سیف الرحمن صاحب مدظلہ (شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الاسلام کامل پور ضلع اٹک)، (۹) یادگار اسلاف مولانا غلام یحییٰ صاحب مدظلہ (زرتوپہ)، (۱۰) مولانا فضل واحد صاحب مدظلہ شیخ الحدیث مہتمم (دارالعلوم تعلیم القرآن ویسہ ضلع اٹک)، (۱۱) استاذ العلماء مولانا محمد یوسف شاہ صاحب مدظلہ (مدرسہ فیض القرآن ہارون)، (۱۲) مولانا حافظ غلام سرور صاحب ﷫ (مدرسہ تعلیم القرآن غورغشتی)، (۱۳) استاذ العلماء مولانا عبدالمتین صاحب مدظلہ (مہتمم واستاذ حدیث مدرسہ جابر بن عبداللہؓ زرتوپہ)، (۱۴) مولانا صاحبزادہ محمد ابراہیم صاحب مدظلہ (مدرسہ نصیریہ غورغشتی)، (۱۵) حضرت مولانا حفیظ الرحمن صاحب مدظلہ (استاذ حدیث جامعہ تعلیم الاسلام کامل پور موسیٰ اٹک)، (۱۶) مولانا محمود الحسن توحیدی صاحب (جامعہ توحیدیہ زرتوپہ)، (۱۷) حضرت مولانا ابوالکلام صاحب (خطیب مسجد حنفیہ جدید قبرستان ڈھوک الٰہی بخش راولپنڈی)، (۱۸) قاری محمد اسماعیل رشیدی صاحب کامل پوری (خطیب مرکزی جامع مسجد برمنگھم انسپکٹر اسلامی مدارس برطانیہ)، (۱۹) مولانا عبداللہ صاحب (استاذ حدیث جامعہ تعلیم الاسلام کامل پور موسیٰ ضلع اٹک)، (۲۰) مولانا عبدالخالق صاحب (مہتمم جامعہ قاسمیہ انوار القرآن زرتوپہ)، (۲۱) مولانا مفتی محمود الحسن صاحب (مہتمم اظہار العلوم جلالیہ ضلع اٹک)، (۲۲) مولانا ظہور الحق صاحب (مہتمم دارالعلوم معارف القرآن حسن ابدال)، (۲۳) قاری عبدالرحیم صاحب (مہتمم واستاذ القراء تعلیم القرآن فتح جنگ)، (۲۴) حضرت مولانا شمس العارفین صاحب (تلمیذ شیخ القرآن غورغشتی مقیم انگلینڈ)، (۲۵) مولانا قاری چمن محمد صاحب (استاذ حدیث جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو)، (۲۶) مولانا محمد جان صاحب (استاذ حدیث جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو)، (۲۷) مولانا محمد نعیم صاحب (مدرس جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو)، (۲۸) مولانا فتح محمد صاحب (مدرسۃ البنات اٹک)، (۲۹) مولانا عبدالرؤف صدیقی صاحب (مہتمم مدرسۃ اللبنات الکوثر مسجد ایف ۳ واہ کینٹ)، (۳۰) مولانا محمد شعیب صاحب (خطیب غازی)، (۳۱) مولانا نعیم معاویہ صاحب (مدرسہ جامعہ قاسمیہ انوار القرآن زرتوپہ)، (۳۲) مولانا فضل داد صاحب (مدرس جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو)

(۳۳) مولانا قاری فتح محمد صاحب (مدرس جامعہ صدیقیہ واہ کینٹ)، (۳۴) مولانا محمد انعام صاحب (مدرس جامعہ تعلیم الاسلام کامل پور موسیٰ اٹک)، (۳۵) مولانا علی اکبر صاحب (مدرس اشاعت القرآن گاؤں ساماں اٹک)، (۳۶) مولانا شوکت صاحب (مدرس جامع مسجد کالوکلاں)، (۳۷) مولانا حفیظ احمد صاحب (مدرس جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو)، (۳۸) مولانا عمر فاروق خٹک صاحب (ایضاً)، (۳۹) مولانا محمد بنیامین صاحب (ایضاً)، (۴۰) مولانا رضوان احمد صاحب (ایضاً)، (۴۱) مولانا قمر الاسلام (ایضاً)، (۴۲) مولانا قاری نصیر احمد صاحب (ایضاً)، (۴۳) مولانا محمد عزیر صاحب (ایضاً)، (۴۴) مولانا محمد اسماعیل صاحب (مدرس مسجد سیدنا امیر معاویہؓ پیرداد)، (۴۵) مولانا محمد جمیل الرحمن صاحب (خطیب مسجد شیر بہادر ڈاکٹر والی حضرو)، (۴۶) مولانا محمد زبیر صاحب (خطیب مسجد امیر حمزہؓ حضرو)، (۴۷) مولانا ضیاء الحق صاحب (خطیب مکی مسجد ۱۲۲ ایریا واہ کینٹ)، (۴۸) مولانا محمد یعقوب خان صاحب (مدرس جامعہ عثمانیہ خلکوانی ضلع اٹک، (۴۹) مولانا ابرار صاحب (مدرس جامعہ تعلیم الاسلام کامل پور موسیٰ ضلع اٹک)، (۵۰) قاری محمد ریاض صاحب (مہتمم جامعہ عثمانیہ حفظ القرآن کامل

پوری موسیٰ)، (۵۱) مولوی حامد علی رحمانی صاحب (خطیب بلال مسجد پٹھان کالونی حضرو)، (۵۲) قاری مولانا اظہار الحق صاحب (صدر مدرس درجہ کتب تحفیظ القرآن ملہو)، (۵۳) مولانا حافظ غلام مرتضیٰ صاحب (مدرس تحفیظ القرآن ملہو)، (۵۴) مولانا حافظ عبدالرحمن صاحب (خطیب مسجد عثمان غنی نرتوپہ)، (۵۵) مولانا قاری ساجد محمود صاحب (مدرس جامعہ جواہر القرآن برہ زئی)، (۵۶) مولانا قاری محمد اکرم صاحب (مدرس جامعہ جابر بن عبداللہؓ نرتوپہ)، (۵۷) مولانا قاری محمد الیاس صاحب (مدرس جامعہ قاسمیہ انوار القرآن نرتوپہ)، (۵۸) مولانا محمد زبیر صاحب (ایضاً)، (۵۹) مولانا سلطان احمد صاحب (ایضاً)، (۶۰) مولانا محمد صدیق صاحب (ایضاً)، (۶۱) مولانا قاری نظام الدین صاحب (ایضاً)، (۶۲) مولانا محمد طاہر صاحب (ایضاً)، (۶۳) مولانا عبیدالرحمن صاحب (ایضاً)، (۶۴) مولانا قاری سعیدالرحمن صاحب (مدرس مدرسہ رشیدیہ تعلیم القرآن ملک مالا)، (۶۵) مولانا حاجی داؤد خان صاحب (ایضاً)، (۶۶) مولانا محمد ادریس صاحب (ایضاً)، (۶۷) حافظ محمد ادریس بن شیخ الحدیث مولانا عبدالقدیر رحمۃ اللہ علیہ (مدرس مدرسہ قدیریہ مؤمن پور)، (۶۸) مولانا محمد نثار صاحب (مدرس مدرسہ معارف القرآن حسن ابدال)، (۶۹) مولانا دوست محمد صاحب (مدرس مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ بہبودی)

(۷۰) قاری محمد عثمان صاحب (خطیب جامع مسجد بہبودی)، (۷۱) مولانا قاری محمد ابراہیم صاحب (خطیب واہ کینٹ)، (۷۲) مولانا قاری عمر فاروق صاحب (مدرس جامعہ اسلامیہ جواہر العلوم برہ زئی)، (۷۳) قاری محمد فریدون صاحب (خطیب جامع مسجد امیر معاویہؓ حمید)، (۷۴) مولانا عبدالغفور صاحب (خطیب جامع مسجد قلندر آباد ایبٹ آباد)، (۷۵) مولانا عبدالصبور صاحب (خطیب مرکزی جامع مسجد قلندر آباد ایبٹ آباد)، (۷۶) مولانا عبدالقدوس صاحب (مدرس شہباز گڑھ)

(۷۷) سفیر اسلام علامہ سید عبدالمجید ندیم شاہ صاحب مدظلہ اور ان کے درج ذیل تائیدی کلمات:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

ہمارے اسلاف رحمۃ اللہ علیہ کا فکر ہمارا بہترین رہنما ہے اور ان مخلصین پر اعتماد ہماری خوش بختی کی اساس ہے۔ زیر نظر مسئلہ میں مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے مسئول ان کے ساتھ پاکستان کے معتمد اکابرین کے فیصلہ کے سامنے کسی قسم کی لب کشائی نہیں ہونی چاہئے۔ حالات کا جبر ہمیں ان سنگین حالات کی طرف متوجہ کرتا ہے جو اس وقت امت مسلمہ کو درپیش ہیں۔ اللہ ہمیں عصر حاضر کے فتنوں سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

(۷۸) حافظ محمد صدیق صاحب (خادم جامعہ تعلیم القرآن مدنی مسجد واہ کینٹ وناظم اعلیٰ جامعہ اشاعت الاسلام اٹک)، (۷۹) مولانا حافظ محمد زاہد صاحب (خطیب جامع مسجد بہبودی)، (۸۰) حافظ محمد عبداللہ صاحب، خطیب جامع مسجد حمید، (۸۱) قاری محمد ریاض شاہ (مدرسہ صدیقیہ عدلزئی)، (۸۲) حافظ محمد نعمان صاحب (محلہ عظیم خان حضرو ضلع اٹک)، (۸۳) مولوی محمد زمان صاحب (فاضل وفاق المدارس واشاعت القرآن غورغشتی مقیم انگلینڈ)، (۸۴) مولانا عبدالقیوم قریشی صاحب (سابق خطیب جامع مسجد اٹک مدیر ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی)

یہ کل ۸۴ علماء ہیں جنہوں نے مذکورہ فیصلہ پر دستخط کئے ہیں۔ ان علماء کرام نے اس فیصلہ پر دستخط کرتے ہوئے جو مؤقف اختیار کیا ہے اور جس کی وضاحت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالسلام صاحب مدظلہ نے اپنے رسالہ میں تحریری طور پر فرمائی ہے۔ اس مؤقف کی درج ذیل چار شقیں ہیں۔

(۱) اکابرین علماء دیوبند کے متعدد فتاویٰ سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر کل نفس ذائقۃ الموت کے ضابطہ خداوندی کے مطابق موت آئی اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

(۲) آنحضرت ﷺ اپنے روضہ اقدس میں بہ تعلق روح حیات ہیں اور عند القبر پڑھا جانے والا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں اور یہ امت کا اجماعی مسئلہ ہے۔

(۳) عذاب اور راحت قبر جسم کو بہ تعلق روح ہوتے ہیں۔ یہی جمہور اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

(۴) قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ رشیدیہ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر بخاری شریف اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی التکشف کے حوالہ سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ عام اموات کے سماع کا مسئلہ امت کے اندر عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے اختلافی ہے۔

ہمارے خیال میں حضرت مولانا عبد السلام صاحب مدظلہ اور ان کی تائید کرنے والے علماء کرام کے مؤقف کی مذکورہ چاروں شقیں حقیقت پر مبنی اور مسلک دیوبند کے عین مطابق ہیں۔ جن سے کوئی صحیح العقیدہ شخص انکار وانحراف کی جسارت نہیں کر سکتا۔ ان علماء کرام کا یہ فیصلہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے اور ہم ان کے اس فیصلہ کا خیر مقدم کرتے ہیں اور جمعیت اشاعۃ التوحید کے دیگر حضرات سے بھی امید رکھتے ہیں کہ وہ بھی وقت کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے ان علماء کرام کے فیصلہ سے اتفاق کریں گے۔ خدا تعالیٰ حق سمجھنے، حق قبول کرنے اور حق پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین!

امام الموحدین، رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ واں بھچروی کا عقیدہ

☆...... ''جب منکر نکیر میت کے پاس آتے ہیں تو اس میت میں روح ڈال دی جاتی ہے۔ پھر اس کو بٹھایا جاتا ہے جب اس سے سوال ہو چکتا ہے تو پھر اس کی روح بلا تکلیف نکال لی جاتی ہے۔'' (تحریرات حدیث ص ۲۵۷)

☆...... ''سو جائز ہے کہ قبر میں سوال وعذاب اور راحت مومن اور کافر کے بعض جسم سے متعلق ہونا کہ سب اجزاء سے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قبر کی تنگی اور سوال کے لئے ان متفرق اجزاء کو جمع کر دیتا ہے۔ جیسا کہ وہ حشر کے دن ایسا کرے گا۔'' (ایضاً ص ۲۵۷)

☆ ''آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے میری قبر کے پاس درود شریف پڑھا تو میں خود سنتا ہوں اور جس نے دور سے درود شریف پڑھا تو مجھے پہنچایا جاتا ہے۔'' (ایضاً ص ۲۱۱)

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

''تعلق (روح کا جسم کے ساتھ) باقی ہے۔ چنانچہ فتح العزیز کی عبارت مذکورہ بالا میں مصرح ہے وتعلقے بقبر نیز ارواح رامیباشد۔ قبر کے ساتھ تعلق باقی ہے تو اجساد کے ساتھ خود باقی اور فقہاء کرام نے بھی تصریح کی ہے کہ تنعم وغیرہ میں اجساد کو بھی شمولیت ہے اور وہ اسی بقائے تعلق پر مبنی ہے۔ البتہ اس تعلق کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے اور نہ یہ ثابت ہے کہ یہ تعلق مثل تعلق دنیا کے ہے۔ کئی اکابر علماء دیوبند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ عند القبر انبیاء علیہم السلام کا سماع بلا شبہ ثابت ہے۔ خصوصاً سید الانبیاء علیہ السلام کا مقام بہت بلند ہے۔ آپ کے سماع میں تو کچھ شبہ ہی نہیں۔'' (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ستمبر ۱۹۵۹ء ص ۱۱)

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَآءُ أَحْيَآءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحديث)

علماء دیوبند کا عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور

مولانا عطاء اللہ بندیالوی

تحقیق وتالیف:

حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر نقشبندی
امیر جمعیت اہلسنت والجماعت ضلع گجرات